© rasailojaraid.com

قسط نمبر ۱۳

ہندو تہذیب اور مسلمان

از: ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

زچہ کو تارے دکھانا چھٹی کی رات کو دالان کے آگے چوکی بچھائی جاتی تھی اور بچے اور زچہ کا بناؤ سنگھار کرتے، سموسے دار کار چوبی کی پٹی دونوں کے سر پر باندھتے اور ان دونوں کو باہر لاتے۔ اس موقع پر زچہ بچہ کو گود میں لے کر باہر آتی۔ دو عورتیں دونوں پہلوؤں میں ننگی تلواریں لئے ساتھ ہوتی تھیں۔ دائی آٹے کی چومک (آٹے کا ایک چراغ جو چومکھا بنایا جاتا ہے۔ اس میں چار بتیاں اور گھی ڈال کر جلایا جاتا ہے) ہاتھ میں لئے آگے آگے چلتی تھی۔ زچہ بچے کو گود میں اور قرآن شریف کو سر پر رکھ کر آسمان کی طرف دیکھتی تھی اور چوکی پر کھڑے ہو کر سات تارے گنتی تھی۔ اس وقت دونوں تلواروں کی نوک سے نوک ملا کر زچہ کے سر پر قوس بنا دیتے تھے تاکہ اوپر سے جن اور پری کا گذر نہ ہو سکے۔ ادھر زچہ تارے دیکھنے جاتی اور ادھر لڑکے کا باپ تیر کمان لے کر زچہ کے پلنگ پر کھڑا ہو جاتا اور پوری بسم اللہ پڑھ کر چھت پر تیر لگا گویا فرضی مرگ مارتا تھا۔ چنانچہ اس رسم کا نام ہی مرگ مارنا پڑ گیا[1] مرگ مارنے کا نیگ ساس

---

[1] رسوم دہلی ص ۵۷-۵۸۔ مرگ، ظاہر مرگ سر یا مرگ راج، یعنی شیر کا مخفف ہے بلکہ وہ شیر جو شمالی چھ برجوں میں سے ایک کہلاتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ گویا بیٹے کا جنوانا شیر مارنے کے برابر ہے۔ رسوم دہلی۔ ص ۵۸۔ نیز ملاحظہ ہو TRIBES AND CASTES, I, P. 772

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داماد کو دیتی تھی ۔

شاہ عالم ثانی نے شاہی محل میں تارے دکھانے کی رسم کا یوں ذکر کیا ہے ۔

گاوت منگل چار گنی ل نا ہیج لکھبیں دھن وار دیو ہے
دادی پھوپھی خوشحال پھریں من انگ سمات نہ پھول گیو ہے
تارے دکھانے کے لیت بلائیں سومند ر بیچ بنو دنیو ہے
اکبر شاہ کے نند بھیو، سب کے گھر بیچ آنند بھیو ہے[1]

یہ رسم مغلیہ خاندان میں عام طور پر برتی جاتی تھی جب بہادر شاہ ظفر کے ہاں شہزادہ کی ولادت ہوئی تو بادشاہ نے مرگ مارنے کی رسم ادا کی تھی ۔

وہیں پھر شاہ نے یہ رسم کی وا ل
چھپر کھٹ پر قدم رکھ ہو کے شادا ں
ادا کر حرف بسم اللہ سا را
کمان و تیر کر مرگ مارا
نمودار اس طرح تھا سقف میں تیر
فلک پہ کہکشاں کی جیسے تحریر[2]

تارے دیکھنے کے بعد زچہ آ کر پلنگ پر بیٹھ جاتی تھی ۔

گمبیر بچہ | بعد ازیں زچہ کے آگے کے تورے اور رچہ مک میں روپے ڈال کر دائی کو بطور انعام دیئے جاتے تھے ۔ اور قلعہ معلی میں اس کے ساتھ ایک اور رسم بھی ادا ہوتی

---

[1] نادرات شاہی ص ۱۱۲

[2] رسوم دہلی ۔ ص ۵۸ ، TRIBES AND CASTES, 1, P. 772

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی جسے "بگیر بچہ" کہتے تھے۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ سوا پانچ سیر کا ایک میٹھا روٹ زمین لال کر کے اس میں پکاتے تھے اور بیچ میں سے خالی کر کے روٹ کا صرف گردہ رہنے دیتے تھے اس کے اوپر ننگی تلواریں اور دائیں بائیں تیر باندھ کر اٹکا دیتے تھے۔ سات سہاگنیں جن میں سے تین حلقے کے سامنے اور چار بائیں طرف پرا باندھ کر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اُن میں سے ایک عورت روٹ کے گردے میں سے بچے کو دیتی اور کہتی کہ "بگیر بچہ" دوسری "اللہ نگہبان بچہ" کہہ کر لے لیتی اور اپنی ٹانگوں میں سے بچہ کو نکال کر تیسرے سے کہتی "بگیر بچہ" غرضکہ اسی طرح ساتوں سہاگنیں سات مرتبہ بچے کو روٹ کے حلقے اور اپنی ٹانگوں میں سے نکالتی تھیں۔ یہ رسم ترکی الاصل ہے لے

بقول مولوی سید احمد دہلوی "ہندوؤں کی طرح مسلمانوں میں بھی گیارہ دن سے لیکر تیرہ دن تک سوڑ یعنی سوتک یا چھوت رہتی ہے۔ اس عرصہ تک زچہ ناپاک سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کے پاس پرہیزی بچوں کو آنے جانے نہیں دیتے بلکہ بعض وہمی عورتیں پیٹ والیوں کو بھی اس جگہ سے بچاتی ہیں اور اتنے دنوں تک گھر بھی اور زچہ بھی ناپاک یعنی بھرسٹ خیال کئے جاتے ہیں" ے

سر دان کرنے کی رسم | زچہ کو تارے دکھانے کی رسم کے بعد "سر دان کرنے کی رسم" ادا کی جاتی تھی۔ تمام عورتوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس بچے کو جس کے ابھی دانت نہ نکلے ہوں اگر کوئی اپنے سر سے اونچا اٹھالے تو اس کو سفید دست آنے لگتے ہیں اور اگر پہلے ہی ذیل عمل کر لیا جائے تو وہ بچہ اس بلا سے محفوظ رہتا ہے۔ اس عمل کو اس طرح سے کیا جاتا تھا کہ پلنگ یا چارپائی کی ادوان نکال ڈالتے تھے اور پھر دو عورتوں کو جن میں سے

لے رسوم دہلی۔ ص ۵۹-۶۰، نیز TRIBES AND CASTES, II, P. 773

ے رسوم دہلی ص ۶۳

© rasailojaraid.com

ایک ماں اور ایک بیٹی کا ہونا لازمی تھا، اس ٹوٹکے کے واسطے بلاتے تھے۔ ایک عورت اس پلنگ کے اوپر مائیں (پائینتی کی وہ موٹی رسّی جس پر ادوان ڈالتے ہیں) کی طرف اور دوسری پائینتی کے نیچے بیٹھ جاتی تھی۔ اوپر والی عورت بچے کو ادوان کی خالی جگہ سے نکال کر نیچے والی عورت کو دیتی تھی۔ اور سات مرتبہ یہی فعل کرتی تھی۔ دہلی کے کچھ خاندانوں میں یہی رسم "شیردان" کے نام سے موسوم تھی [1]

رسم دھمن سیالکوٹ اور گجرات (واقع پنجاب) کے مسلمان اس رسم کو ادا کرتے تھے۔ گجرات میں زچہ پانچویں یا ساتویں دن غسل کرتی تھی اور نیا لباس زیب تن کرتی تھی۔ روٹی اور حلوہ کنبے کے لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ یہ رسم "دھمن کرنا" کہلاتی تھی [2]

بچے کا نام رکھنا ابوالفضل نے لکھا ہے کہ جب سوتک کے دن ختم ہو جاتے تھے تو دوسرے دن بچے کا نام رکھنے سے پہلے یہ دیکھتے تھے کہ زائچہ میں قمر کس برج اور منزل میں ہے۔ اور پھر جو حرف اس سے منسوب ہوتا، نام میں بھی وہی سر حرف رکھتے تھے۔ چار حرف سے زیادہ کا نام برا سمجھا جاتا تھا [3]۔ بقول جعفر شریف بچے کا نام ولادت کے دن رکھا جاتا تھا یا جیسا کہ ملک کے زیادہ تر حصے میں دستور تھا، نام رکھنے کی رسم ساتویں دن ادا کی جاتی تھی [4]

---

[1] رسوم دہلی، ص ۶۳ - ۶۴، نیز TRIBES AND CASTES, I, P, 774

[2] TRIBES AND CASTES, I, P. 775

یہی رسم ہندوؤں میں بھی تھی۔ ملاحظہ ہو ایضاً۔ ص ۷۷۵

[3] آئین اکبری (اردو ترجمہ) جلد دوم۔ ص ۲۹۰

[4] قانونِ اسلام (انگریزی) ص ۷، نیز ص ۷ - ۲۲، ۳۳، مسائلہ۔ ص ۳ ب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منوچی کا بیان ہے کہ اگر مغلیہ خاندان کے کسی شہزادہ کے ہاں اولاد نرینہ ہوتی تھی تو بچے کا نام اس کا دادا تجویز کرتا تھا۔ وہ اس دن اس کے لئے وظیفہ بھی مقرر کرتا تھا لیکن اپنے لڑکوں سے کم۔ وہ کم سے کم تین سو روپے سالانہ اس بچے کے لئے مقرر کرتا تھا[1] اس کے برخلاف اگر کسی امیر کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تھا تو وہ بادشاہ وقت سے اس کا نام رکھواتا تھا۔ مرزا مظہر کا نام "جان جان" اورنگ زیب نے تجویز کیا تھا مصحفی نے لکھا ہے:

"اسم شریفش مرزا جانِ جان است۔ روزے وجہ تسمیۂ خود را پیش فقیر بیان کردہ اعنی اسم والد من مرزا جان بود و چوں در اواخر عمر عصر خلد مکان قدم بعالم وجود گذاشتم، وایں خبر بسمع بندگانِ اقدس رسید ارشاد شد کہ نام ایں پسر جان جاں باید گذاشت"[2]

عقیقہ[3] یا منڈن | ابوالفضل کا بیان ہے کہ جب بچہ ایک سال یا تین سال کا ہو جاتا تھا تو اس

---

[1] منوچی۔ جلد سوم۔ ص ۳۴۳ - ۳۴۴

[2] عقدِ ثریا ص ۵۵ نیز معمولات مظہریہ ص ۶، مقامات مظہری ص ۱۴ - ۱۵

[3] عقیقہ کے لغوی معنی مولود کے سر کے ان بالوں کے ہیں جو وہ پیٹ سے لے کر پیدا پیدا ہوتا ہے۔ اصطلاح میں ساتویں روز بچے کا نام رکھ کر اس کا منڈن کرنا۔ یہ اسلامی رسم ہے۔ عقیقے کی سنت پیغمبر آخر الزماں کے زمانے سے جاری ہوئی۔ انھوں نے اپنے نواسوں کا ساتویں روز عقیقہ کیا۔ اور قربانی کا گوشت تقسیم فرمایا بلکہ بعد از حصول رسالت اپنا بھی عقیقہ کیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عقیقہ کے لئے ساتواں دن ہی ضروری نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو۔ گذشتہ لکھنؤ۔ ص ۲۴۶ - رسوم دہلی - ۵۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بال منڈوائے جاتے تھے۔ بعض لوگ پانچویں سال اور بعض ساتویں اور بعض آٹھویں سال بال ترشواتے تھے اور اس موقع پر جشن منایا جاتا تھا[۱]۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں یہ رسم چودھویں دن ادا کی جاتی تھی[۲]۔ اور بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا سونا غربا اور مساکین میں تقسیم کیا جاتا تھا[۳]۔

چلّے | چلّے کے معنی چالیس روز کے ہیں۔ چونکہ زچہ چالیسویں دن بڑا چلّا نہاتی ہے اور اس سے پہلے بھی اسے تین مرتبہ نہلایا جاتا ہے اس وجہ سے بڑے چلّے کی مناسبت سے ہر ایک غسل نفاسی یعنی غسل زچگی کو چلّہ کہنے لگے۔ مختصر یہ کہ زچہ دسویں دن نہاتی تھی تو اسے دسواں، بیسویں دن نہاتی تو بیسواں اور مہینے کو نہاتی تو اسے مہینے کا یا چھوٹا چلّہ کہتے تھے۔ چالیس روز میں بڑا چلّہ نہایا جاتا تھا۔ اس روز زچہ اور بچہ دونوں نہا دھو کر معیاد زچگی سے فراغت پاتے تھے اور اسی روز زچہ اپنے میکے پاؤں پھیرنے جاتی تھی[۴]۔

مرنڈوں کی رسم | چونکہ مرنڈے مٹھیاں بنا کر بناتے ہیں اور بچہ بھی اُن دنوں مٹھیاں بند کرنا شروع کر دیتا ہے لہٰذا اس نسبت سے اس رسم کا نام ہی مرنڈا رکھ دیا گیا۔ جب

۱۔ آئین اکبری (اردو ترجمہ) جلد دوم ص۔ ۲۹۰، مثنویات میرحسن دہلوی۔ ص۔ ۲۶

۲۔ OBSERVATIONS ETC. P. 2 M. E. نیز ملاحظہ ہو۔ قانون اسلام ص ۲۷۔ ۲۹، رسوم دہلی ص ۵۶۔ ۵۷

۳۔ مسائلہ ص ۳ ب۔ عبدالحلیم شرر نے لکھا ہے کہ سر منڈانے کے بعد بچہ کے سر میں صندل لگایا جاتا تھا۔ اعزا اور اقارب حسب حیثیت بچہ کو رونمائی دیتے تھے۔ اور گھر میں خوشی کا جلسہ ہوتا تھا اور اس قسم کی محفل مرتب ہوتی تھی جیسی کہ اور تقریبوں میں۔ گذشتہ لکھنؤ ص ۳۴۹ TRIBES AND CASTES 1, 768

۴۔ رسوم دہلی۔ ص۔ ۶۰۔ ۶۱، گذشتہ لکھنؤ ص ۳۴۵۔ ۳۴۶، TRIBES AND CASTES 1, P. 772

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہو جاتا تھا اور ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرنے لگتا تھا تو نانی کے ہاں سے گیہوں کے یا مرمروں کے مرنڈے یا حسب حیثیت موتی چور کے لڈو اور خشخاش یا گیہوں کی گھنگنیاں آتیں اور دولہن کے رشتہ داروں میں بانٹی جاتی تھیں۔[1]

دانتوں کے نکلنے کی رسم | جب بچے کے دانت نکلنے شروع ہوتے تو پھپھیاں کھوپرا چبا کر اس کے منہ میں پھونکتی تھیں اور اس کا انہیں نیگ دیا جاتا تھا۔ عورتوں کا خیال ہے کہ کھوپرا چبا کر بچے کے منہ میں ڈالنے سے دانت آسانی سے نکل آتے ہیں۔[2] ہمارے زمانے میں دیہات کی عورتیں بچوں کے گلے میں مچھلی کے دانتوں کی بدھی ڈالتی ہیں تاکہ آسانی سے دانت نکل آئیں۔[2]

برس گانٹھ یا سالگرہ | ابوالفضل کا بیان ہے کہ ہندوؤں میں رسم تھی کہ تاریخ ولادت کا خیال رکھ کر ہر سال اس تاریخ کو ایک دعوت کی جاتی تھی اور ایک ڈوری میں ایک گرہ کا اضافہ کر دیتے تھے۔[3] اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے مسلمانوں کے ہر طبقے میں یہ رسم جاری و ساری تھی۔ بادشاہوں اور امیروں کے ہاں جشن اور بڑی خوشیوں کا موقع ہوتا

---

۱ رسوم دہلی۔ ص ۶۹-۷۰ ۲ ایضاً ص ۷۰

۳ آئین اکبری۔ (اردو ترجمہ) جلد دوم۔ ص ۲۹۰۔ اکبر بادشاہ کے عہد سے خاندان مغلیہ میں سالگرہ کی رسم اپنائی گئی تھی۔ اکبر اور اس کے شاہزادوں کی سالگرہ کا جشن منایا جاتا تھا اور اس موقع پر بادشاہ اور شاہزادوں کو تولا جاتا تھا۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو آئین اکبری (اردو ترجمہ) جلد اول، آئین ۱۸، ص ۴۰۱

جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد میں یہ رسم جاری رہی۔ اورنگ زیب نے اس رسم کو بند کر دیا تھا مگر اس کے جانشینوں نے اس پر پھر سے عمل شروع کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ منوچی۔ جلد دوم ص ۳۴۶ بزم آخر۔ ص ۲۷-۲۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا اور بڑی دھوم دھام ہوتی تھی۔ ہر سال تاریخ ولادت کے دن ایک ڈوری میں عمر کے شمار کرنے کی غرض سے ایک گانٹھ بڑھا دی جاتی تھی۔ اہلیہ میر حسن علی نے لکھا ہے:

"ہر خاندان میں ہر ایک لڑکے کی ہمیشہ سالگرہ منائی جاتی ہے۔ اس رسم کے ادا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ماں اپنے پاس ایک ڈوری رکھتی ہے۔ ہر سال تاریخ ولادت کے دن اس میں ایک گانٹھ کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کی عمر کا شمار چاندی کے ایک تار میں گانٹھیں لگا کر یا گردنی میں ہر سال ایک چھلے کا اضافہ کر کے کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے بچوں کی عمر شماری کا صرف یہی طریقہ ہے"[1]

آنند رام مخلص نے سالگرہ کے عنوان سے اس رسم کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

"جشنے است کہ روز شروع سال تولد اغنیا می کنند۔ چہ قاعدہ مقرر است کہ ہر گاہ سالی از سنین عمر بسر منقضی می گردد پدر و مادرش یا ہر کہ در قبیلہ بزرگ باشد در رشتۂ طویل کہ از روز تولدش ترتیب می دہند، گرہ می زنند و آں روز جشن شادی می نمائند۔ بقدر حالت سایر الناس خود ایں گونہ عمل می آرند و اغنیا بجائے گرہ گرہ از مروارید یا از ایں قسم جواہر دیگر در رشتہ می کشند و گرہ زدن باغنیا راسکم (کذا) باعث کوتاہی رشتہ می شود۔ قرین بمیمنت نمی دانند و ایں رسم بہندوستان عام است"[2]

مختصر کہ بادشاہوں اور امیروں کے ہاں اس موقع پر بڑی خوشیاں منائی جاتی

---

[1] OBSERVATION ETC : P. 215

[2] مراۃ الاصطلاح ص ۱۲۸ الف نمبر ملاحظہ ہو۔ سفرنامہ آنند رام مخلص ص ۸۱، رسالہ نوبادہ ۴۸ الف، مثنویات میر حسن دہلوی ص ۲۶، کلیات انشا ص ۲۴ منوچی جلد دوم ص ۳۴۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھیں۔ رقص و سرود کی محفلیں سجتی تھیں، آتش بازی چھوڑی جاتی تھی۔ بچے کو اس کی عمر کی مناسبت سے کھلونے دیئے جاتے تھے۔ دعوت طعام کا اہتمام ہوتا تھا اور اس موقع پر غریبوں کو نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا[1]۔ اس دن درباری شعراء قطعۂ مبارکباد سالگرہ لکھ کر حاضر ہوتے تھے اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا[2]۔ حالانکہ یہ بات مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔ مگر تاریخ احمد شاہی کے مصنف نے لکھا ہے کہ قدسیہ بیگم (والدہ احمد شاہ بادشاہ بن محمد شاہ) نے اپنی ایک سالگرہ کے موقع پر دو کروڑ روپے صرف کئے تھے ـــــ وہ آگے لکھتا ہے:

"آنچناں مجلس عیش منعقد شد کہ در شادی سالگرہ بادشاہان ایں وقت نمی شود۔"[3]

شاہ عالم ثانی نے نادر شاہی میں اپنے لڑکے اکبر شاہ کی سالگرہ کے جشن کا کئی جگہ ذکر کیا ہے:

سبھ دن، سبھ مہورت، کاج بھئے گھر اب سنوارے کے
دیو مبارک سب مل آج برس گانٹھ بھئی اکبر شاہ پیارے کے[4]

پالنا | عام طور پر بچے کو قریب سال ڈیڑھ سال کی عمر تک پالنے پر ہی سلایا جاتا تھا۔ یہ پالنا چھوچھک کے ساتھ اس کی ننہال سے آتا تھا۔

بیگم جان کے پتر بھیو، سن مود سے گود کھلاوت نانا
لوری دے چوم جھلاوت پالنا نانی جیہ بڑو سکھ مانا[5]

---

[1] OBSERVATION ETC. II, P. II [2] کلیات سودا جلد دوم ص ۶۰۵، [3] تاریخ احمد شاہی ص ۱۰۷ ب ۱۰۸ الف [4] نادرات شاہی ص ۱۰۵، ۱۱۰ [5] ایضاً ص ۹۵، ۱۱۴، کلیات سودا ج ۲۔ ص ۳۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دودھ بڑھانا | مختلف حالات کے پیش نظر بچے کا دودھ بڑھانے کا وقت متعین نہ تھا ضرورت اور وقت کے تقاضے کے مطابق بچے کا دودھ بڑھایا جاتا تھا[الف] آج کل بھی عام طور پر بچے کو اس وقت تک ماں کا دودھ پلایا جاتا ہے جب تک اس کی ماں دوبارہ حاملہ نہیں ہو جاتی اور اس کے بعد فوراً ہی دودھ چھڑا دیا جاتا ہے۔ میر حسن دہلوی کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک عورت کے ایک مرتبہ بچہ ہو جائے اور پھر وہ کئی سالوں تک حاملہ نہ ہو تو ایسی صورت میں جب بچے کی عمر تین یا چار سال کی ہو جاتی تھی تو ماں کا دودھ چھڑا دیا جاتا تھا[۱]

وہ گل جب کہ چوتھے برس میں لگا بڑھایا گیا دودھ اس ماہ کا[۲]

اس موقع کی رسموں کا ذکر کرتے ہوئے سید احمد دہلوی لکھتے ہیں:

"اس میں کھجوریں تلتے ہیں۔ ننہیال اور ددھیال کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ایک غوری میں کھجوریں بھر کر بچے کے آگے رکھتے ہیں تاکہ وہ اس میں سے اٹھا لے۔ اگر بچے

الف۔ عام طور پر بڑے گھرانوں کی عورتیں بچے کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں بلکہ بکری کا دودھ پلایا جاتا تھا یا ایسی دایہ ملازم رکھی جاتی تھی جو دودھ پلا سکے۔ اس زمانہ میں یہ عورت کھانے پینے کے معاملات میں بڑی پابندی سے کام لیتی تھی۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو: OBSERVATIONS ETC. P.P. 211-12.

۱۔ مثنویات میر حسن دہلوی ص ۲۷۔ اس موقع پر ولادت اور شادی بیاہ کی طرح خوشیاں منائی جاتی تھیں۔

ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم اسی طرح سے پھر ہوا واں ہجوم
طوائف وہی اور وہی راگ و رنگ ہوئی بلکہ دونی خوشی کی ترنگ

۲۔ ایضاً ص ۲۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ایک کھجور اٹھائی تو سب خوش ہو گئے اور کہا بس ہمارا ننھا صرف ایک دن ضد کرے گا اور جو دو چار کھجوریں اٹھائیں تو کہا کہ یہ تو بڑا ہی ضدی ہو گا۔ کم سے کم چار دن تو ضرور مچلے گا۔ ؎۱

رسم ختنہ ؎الف مسلمانوں کی یہ ایک شرعی رسم ہے ؎۲ مگر ہندوستانی مسلمانوں نے اس موقع کے لئے بھی دوسری رسمیں اپنالی تھیں۔ مثلاً جس بچے کا ختنہ ہوتا تھا۔ اُسے پہلے شادی میں مانیوں کی طرح زرد کپڑے پہناتے، گھوڑی چڑھاتے اور اسے فرضی دولہا بناتے تھے۔ تراشی ہوئی کھال ایک کپڑے کی دھجّی رکھ کر بچے کے بائیں پاؤں میں باندھ دیتے تھے تاکہ کسی کا پرچھاواں نہ پڑے اور کچھ زمانے پہلے تو ساتھ ہی مور کا پر بھی باندھ دیا کرتے تھے۔ مگر انیسویں صدی کے اواخر میں یہ رسم شرفا میں تو باقی نہیں رہی تھی۔ مگر نچلے طبقے کے مسلمانوں میں باقی رہ گئی تھی۔ جب بچے کا زخم اچھا ہو جاتا تو پاؤں سے کھال کھول پھینک دیتے تھے اور بعد ازیں گھوڑی چڑھانے کی رسم ادا ہوتی تھی۔ ؎۳

؎۱ رسوم دہلی ص ۱۷ - نیز ملاحظہ ہو گذشتہ لکھنؤ۔ ص ۳۴۷

؎۲ رسوم دہلی۔ ص ۱۷ - ۲۷ (فٹ نوٹ ۱)

؎۳ رسوم دہلی۔ ص ۲۷ - ۷۳

؎الف ختنہ کس عمر میں ہوتا تھا اس کا ذکر ہمیں تاریخی کتب میں نہیں ملتا۔ اہلیہ میر حسن علی نے سات سال کی عمر بتائی ہے OBSERVATIONS, P. 215 اور سید احمد دہلوی نے دس یا بارہ سال کی عمر لکھی ہے۔ رسوم دہلی ص ۷۲ نیز ملاحظہ ہو گذشتہ لکھنؤ۔ ص ۳۴۹

© rasailojaraid.com